ڈاکٹر نائلہ انجم
استاد شعبۂ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونی ورسٹی، جیل روڈ، لاہور۔

پاکستانی اُردو غزل میں فطرت اور ماحول کی عکاسی

Dr.Naila Anjum
Assistant Professor, Department of Urdu, Lahore College for Women University, Jail Road, Lahore.

Representation of Nature and Environment in Pakistani Urdu Ghazal

(After 1947 because of political, social, cultural scientific and educational effects, different ways of expression of poets came to the front. Poets looked for their civilization in their surrounding and environment for example lush green fields, streams, meeting areas, blooming wheat in fragrant soil, festivals carnivals and in seasons. This is how natural phenomena became the part of Urdu Gazal. After Pakistan's independence romantic poets or progressive poets (ترقی پسند شاعر)innovative poets of literary circle (حلقہ ارباب ذوق) or taking their own approach to represent nature, all seen to be connected to nature and natural environment. The subject of my article is the representation of nature and environment in all these poets. Though poets being human are connected to nature right from the beginning but being poets their affiliation takes extreme course. This is why in the world's literature poets seen to present their emotions through poetry.)

Key Words: *Expression, Nature, Culture, Ghazal*

فطرت کے کئی رنگ پوری شدّ و مد کے ساتھ پاکستانی اردو غزل کے کینوس پر ابھرتے ہیں۔ یہ حسین نقش انسان کی باطنی اور داخلی دنیا کا عکس پیش کرتے ہیں۔ فطرت سے قربت پر مبنی یہ تصاویر در حقیقت انسانی کیفیات و محسوسات کا وہ عکس ہیں جن کی شادابی دیر پا، رنگ چوکھا اور جس کا حظّ روح پرور ہے۔

حساس دل شگفتگی یا پژمردگی فطرت سے حاصل کرتے ہیں۔ فطرت کی رعنائیاں اور بوقلمونیاں روزِ ازل سے انسان کی توجہ کا مرکز بنتی آئی ہیں۔ آبشاروں کا ترنم، کوہساروں کا جمال، ہواؤں کے گیت، چاندنی راتوں میں چمکتی بھیگتی ریت، گندم کی سنہری بالیاں، غنچوں کی چٹک، سبزے کی لہک، راتوں کا سحر، آفتاب کی ضوپاشیاں، نور کے تڑکے کی پاکیزگی، پھولوں کے رنگ برنگ تختے، گنگناتی ندیاں، موسم کی نیرنگیاں غرضیکہ فطرت قوس قزح کے ان نکھرے ہوئے رنگوں کا خزینہ ہے جو روز افزوں انسان اور اپنے ربط کو گہرا کرنے اور پرمژدہ اعصاب کو سکون بخشنے کی دعوت دیتا ہے۔ ابتدا میں انسان فطرت کی وسعت اور نیرنگیوں سے محظوظ ہوتا تھا پھر مادی اور صنعتی ترقی کی دوڑ نے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی خواہش کو

جنم دیا۔ نتیجتاً انسان ظاہری روشنی اور چکاچوند میں یوں گم ہوا کہ وہ فطرت کے حسن اور رنگوں سے کسی قدر اغماض برتنے لگا۔ اس چشم پوشی میں وہ یہ بھول گیا کہ جو شفافیت، پاکیزگی اور نور فطرت اپنے جلو میں رکھتی ہے اس کا نعم البدل یہ مادی زندگی نہیں ہے۔ پُر تعیش زندگی کی ہوس نے اُسے فطرت سے جوں جوں دور کیا توں توں اس کے ذہنی اور روحانی مسائل بڑھتے گئے۔ چوں کہ شاعر معاشرے کا وہ حساس ترین طبقہ ہے جس کے احساسات بالواسطہ اور بلاواسطہ معاشرے کے رویوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے غزل گو شعرا نے ایک طرف تو ان ذہنی اور روحانی مسائل کی عکاسی کو اہم جانا اور دوسری طرف فطرت سے اپنی قربت کا جابجا اظہار کیا ہے۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

> "ہمارے چاروں طرف کائنات کی سحر انگیز کیفیات نے ایک جال سا بنا رکھا ہے اور ہم خوبصورتی کے سمندر میں گویا ڈوبے ہوئے ہیں لیکن بد قسمتی سے دنیاوی مسائل میں گرفتار ہونے کے باعث اور اپنے ماحول کا ہر روز نظارہ کرنے کی وجہ سے اس کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ ہماری آنکھیں کائنات کی رعنائیوں کے لیے اندھی ہو کر رہ گئی ہیں۔ اگر ایک لمحے کے لیے ہمارا بچپن واپس آجائے تو ہمیں اڑتے ہوئے طیور چمکتے ہوئے تارے حیران نظروں والے پھول اور شفق کے لامثال رنگ ایک مسحور کن ترتیب کی صورت میں نظر آئیں اور ہم فرطِ طرب سے لرز اٹھیں۔"(۱)

فطرت نگاری کا مفہوم انسانی آنکھ اور حسیات کی مدد سے خارجی مشاہدہ اور اس کا بیان نہیں ہے بلکہ شاعر مناظر و مظاہر اشیا کے ساتھ اپنے باطن، طرزِ احساس اور رویّے کو شامل کرتا ہے۔

فطرت نگاری در حقیقت داخلیت اور خارجیت کے حسین امتزاج کا نام ہے۔ شاعر یا ادیب جب اپنے داخل کی کیفیات کو خارج کی رعنائیوں سے ہم آہنگ کرتا ہے تو فطرت نگاری جنم لیتی ہے۔

ہوا کی سرگوشیاں، بارش کی پھوار، مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو، دھیرے دھیرے بہتا پانی، غسلِ آبی کرتے پرندے، سورج کی تیز اور دھیمی روشنی، گنگناتی فضائیں، ہریالی کے قالین، بادلوں کی سواری غرضیکہ قدرت کی صناعی کے تمام رنگ نہ صرف حسِّ جمال کی تسکین اور انسان کی روح کو فرحت عطا کرتے ہیں بلکہ رنج و محن کے عالم میں یہ وہ معالج اور سکون آور ادویات ہیں جن کا نتیجہ ہمیشہ مثبت ہی بر آمد ہوتا ہے۔ کلفت اور راحت ہر دو کیفیات میں فطرت انسان کی شریک کار ہے۔ اُسے آسودگی اور لطف فراہم کرتی ہے۔ فطرت کی گود میں انسان اپنائیت محسوس کرتا ہے۔ یہ خوشی کے لمحوں کو دوچند اور غم کی کسک کو کم کرنے کا باعث ہے۔ کبھی کبھی یہ روح و دل کو اداس، رنجیدہ اور دکھی بھی کرتی ہے۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی کے بقول:

> ”چونکہ فطرت ذی روح ہے اس لیے اس کے احساسات و جذبات بھی انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غم، خوشی، احترام اور محبت وغیرہ کے جذبات فطرت کے دل میں اسی انداز سے ابھرتے ہیں۔ جس طرح انسان کے دل میں موجزن ہوتے ہیں۔(۲)

شاید یہی وجہ ہے کہ انسان نہ صرف فطرت کی صداقتیں معلوم کرنے کی جستجو کرتا ہے، اس کے حسن، سادگی، اصلیت اور تاثیر سے متاثر ہوتا ہے بلکہ اشیائے فطرت کے ساتھ معنوی و روحانی ربط بھی قائم کرتا ہے۔

بقول ہادی حسین:

"جب انسان حُسن کے مشاہدے سے خوشی حاصل کرتا ہے تو صرف یہی نہیں کہ وہ اشیائے فطرت کے ساتھ معنوی و روحانی ہم ذاتی کا وہ رشتہ قائم کرتا ہے جس کا نام علم ہے بلکہ وہ فطرت میں محو ہو جاتا ہے فطرت اس کے رگ و پے میں جاری و ساری اور اس کی آرزوؤں میں برابر کی شریک ہو جاتی ہے... چنانچہ جب فطرت اپنے حسن و جمال کے حربے سے انسان پر حملہ آور ہوتی تو انسان پر ایک انکشافِ بصیرت یا وجدان کی مسرت طاری ہو جاتی ہے جو خالصتاً اور ماورائے حواس ہوتی ہے۔" (۳)

حسن کی قوس و قزح میں کوئلیں کوکتی، مور ناچتے، آسمان پر پرندوں کی ڈاریں اٹکھیلیاں کرتی نظر آتی ہیں۔ گرد و غبار اور دھوئیں میں اٹی ہوئی فضاؤں کی بجائے بارش کے پانیوں میں نہائے، دھلے دھلائے سر سبز منظر باطن کی دنیا میں جذب ہو کر روح کو سرشار کرتے ہیں۔ ایسے منظروں اور فضاؤں کے حسن میں تحلیل ہونے کو جی چاہتا ہے۔ درحقیقت یہ خدا کی ذات کا مظہر ہیں فطرت کی صورت میں رنگ و نور اور رفـکـہـتـو ں میں ڈوبے یہ منظر روحانی پیغام پہنچاتے ہیں۔

اسی لیے احمد ندیم قاسمی یہ کہتے نظر آتے ہیں:

حمد رب جمال ہے یہ بھی
ذکر حسنِ درونِ سنگ کروں (۴)

نیاز فتح پوری ان حسین مناظر و آثار کے متعلق لکھتے ہیں:

"صبح کا جلوہ زریں، شام کا نقاب رنگین، آفتاب کی زرپاشیاں، چاند کی نور افشانیاں، شاہدِ مقصود کے مختلف مظاہر و آثار ہیں جو ہم کو عینِ ذات کی طرف بلاتے ہیں۔" (۵)

خدائے لم یزل جمال کو پسند کرتا ہے اس لیے اس نے اپنے جمال کے نقوش جا بجا بکھیر رکھے ہیں۔ کائنات کا حسن اس ہی کی ذات کا عکس پیش کرتا ہے۔ حسن کی تحسین انسانی سرشت کا تقاضا ہے تو حسن کی تخلیق انسان کا محبوب ترین وظیفہ عمل ہے۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

" ماہیت حسن دراصل سر الاسرار ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا وجہ یہ ہے کہ حسن مجاز میں تو جلوہ پیدا کرتا ہے لیکن خود مستور اور عالم مجاز سے ماورا رہتا ہے۔ روح کو خوب سے خوب تر کی طلب و جستجو رہتی ہے۔ یہ وہ راز ہے جس سے سیکولر فلسفہ اور عقلیت آشنا نہیں لیکن اس سے عقلِ سلیم، قلبِ حسین اور وجدان آگاہ ہیں۔" (۶)

پاکستانی شعراء نے عشق کی جزئیات و متعلقات کو پیش کرتے ہوئے مختلف انداز اپنائے ہیں۔ عشق کی جمالیات، محبوب کے حسن اور دل کے حسین جذبوں کو تہذیب کا وسیلہ بنایا ہے۔ انھوں نے انسانی روابط اور تعلقات کو قدرت کے دل فریب اور مسحور کن نظاروں سے ہم آہنگ کر کے کیف و سرور، رنج و غم اور حزن و ملال کی کئی کیفیتیں پیش کی ہیں۔ عشق کے لمحات سے حظ اٹھانا بلاشبہ انسانی شخصیت کا خاصہ ہے۔ شاعر محبوب کے حسن کو بیان کرتے ہوئے الفاظ کے رنگین لبادے

اوڑھا دیتا ہے لیکن اس کے لیے الفاظ، علامات اور تلازمے فطرت سے حاصل کرتا ہے۔

تتلیوں کا رنگ ہو یا جھومتے بادل کا رنگ
ہم نے ہر اک رنگ کو جانا ترے آنچل کا رنگ (۷)

میری پوشاک میں تارے سے اچانک چمکے
کس کے آنگن سے یہ ہوتی ہوئی شب آئی ہے (۸)

فضا میں پھیلی ہوئی خوشبوئیں بتاتی ہیں
صبا پہن کے نکلتی ہے پیرہن تیرا (۹)

شفق کی راکھ میں جل بجھ گیا ستارہ شام شبِ
فراق کے گیسو فضا میں لہرائے (۱۰)

عشق میں ہجر و فراق کے وہ جاں گداز لمحے جب عاشق دل مضطر کے ہاتھوں بے بس اور لاچار ہو جاتا ہے اور افسردگی کے دبیز تہہ ذہن و قلب پر دھند کی طرح چھا جاتی ہے تو وہ اپنے جذبوں کو فطرت کے مظاہر کے قریب پاتا ہے۔

شاعر کے لیے فطرت کی قربت بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی چارہ ساز، غم گسار اور رہنما دکھ درد میں شامل ہو کر تزکیہ باطن کے ساتھ حوصلہ و سکون پیدا کرنے کا باعث ہو دردِ غم فراق کے ماروں کے لیے فطرت بہترین پناہ گاہ ہے۔

فطرت ہر ایک درد کی ہوتی ہے چارہ ساز
دردِ غمِ فراق کے مارے بھی سو گئے (۱۱)

حالات کا جبر، عدم تحفظ کا احساس منجمد اور ساکن معاشرے کی تصویر کشی کرتے ہوئے پاکستانی غزل گو شعرا نے فطرت سے علامتیں اور استعارے حاصل کیے ہیں۔ اسی لیے ان کے نزدیک یہ زمین پھولوں بھرا امیدان ہے تو کانٹوں کا جنگل بھی ہے۔ مایوسی کی زرد اور اداس بیلیں ان کے جذبوں کو اور جھلسا دیتی ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ کیجیے جو حزنیہ فضا اور الم انگیز لہجے کے عکاس ہیں اور شاعر کا باطنی اضطراب فطرت کی مدد سے اظہار کی راہ پا گیا ہے۔

میں ڈوبتا جزیرہ تھا موجوں کی مار پر
چاروں طرف ہوا کا سمندر سیاہ تھا (۱۲)

پیام زندگی نو نہ بن سکیں صد حیف
یہ اودی اودی گھٹائیں یہ بھیگی بھیگی بہار (۱۳)

پاکستانی اردو غزل میں فطرت کبھی کبھی انسانی ظاہری مناظر کی عکاسی کے لئے پس منظر کے طور پر آتی ہے اور داخلی احساسات و جذبات سے قطع نظر یا معمولی توجہ کے ساتھ مناظر فطرت کو پس منظر کے طور پر پیش کیا گیا ہے لیکن بعض شعرائے کرام نے اپنے جذبات اور کیفیات کو مناظر کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا ہے۔ داخلی کیفیات جس میں باطنی کرب، روح کی کسک اور نا آسودگی شامل ہے، کو فطرت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ چونکہ انسان کا فطرت سے گہرا تعلق ہے اس لیے فرطِ غم یا وفور جذبات سے مملو انسان فطرت کی لامحدود وسعتوں اور پہنائیوں میں گم ہو جانا چاہتا ہے۔ وہ لامحدودیت سے اپنی پسند کے

وہ رنگ چراتا ہے جو اس کی داخلی کیفیت سے آمیز ہوتے ہیں۔ شاعر تنہائیوں کے زنداں سے مانوس آوازیں سننے کا خواہاں ہے اس کی گھائل روح اور بکھری ہوئی شخصیت فطرت کے سامنے بے حجاب ہو جاتی ہے۔ وہ انسانوں سے زیادہ کائنات سے تعلق رکھنا چاہتا ہے۔ اسی لیے کائنات کی ہر ہر آہٹ اسے چونکا دیتی ہے۔ تیرگی میں روشنی کے نشان ملنے لگتے ہیں۔ غیر مانوس فضا فطرت کی طرف مراجعت پر مجبور کر دیتی ہے:

اک یاد ہے کہ دامنِ دل چھوڑتی نہیں
اک بیل ہے جو لپٹی ہوئی ہے شجر کے ساتھ (۱۴)

مظاہر فطرت بزم طرب و نشاط سجاتے ہیں اور فطرت کی خوش خرامی اور زیبائش کی بدولت انسان مسرور ہوتا ہے یہ دکھوں کے لیے مرہم ہے لیکن یہی سکون بخشنے والی شئے توڑ پھوڑ اور تخریب کا باعث بھی بنتی ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ کیجیے جن میں فطرت کی باغیانہ روش دکھائی دیتی ہے:

فضا کی فوج میں یہ جنگ ہو رہی کہاں
ہوا کی موج میں یہ رنگ ہے رواں کیسا (۱۵)

طناب خیمہ گل تھام ناصر
کوئی آندھی افق سے آرہی ہے (۱۶)

وہ ہوا تھی شام ہی سے رستے خالی ہو گئے
وہ گھٹا برسی کہ سارا شہر جل تھل ہو گیا (۱۷)

کائنات کی ظاہری و خارجی اشیا میں کشش اور جاذبیت موجود ہے جس کو محسوس کرنے کے لئے حساس دل اور عمیق مشاہدہ چاہیے۔ غزل گو شعرا کے ہاں اس عمیق مشاہدے کی کمی نہیں ہے۔ شاعر ان اشیائے فطرت سے روحانی رابطہ رکھتے ہیں۔ ان مناظر سے پیغامات وصول کرتے اور ان سے حال دل کہتے ہیں۔ چاند، ستارے فلک اور سورج شاعری کے بنیادی اسم ہیں۔ صبح کا وقت زندگی، تخلیق، تازگی، بشاشت، عزم و حوصلہ، رومان اور فطرت سے شغف سے منسوب ہے۔ صبح کے حسین لمحات غور و فکر سے بھی منسوب کیے جاتے ہیں۔ جب رات کا گجر بجتا ہے اور آسمان پر تارے دمکنے لگتے ہیں تو یادوں کے دیئے بھی روشن ہو جاتے ہیں۔ کبھی ہجر کی طویل راتوں میں تنہائی ڈسنے لگتی ہے۔ کبھی شبِ دیجور کی سیاہی دل پر چھا جاتی ہے اور رات جبر کا استعارہ بنتی ہے اور چاند کا داخلی کیفیات کے ساتھ ربط قائم ہوتا ہے۔

رات کے تیرہ درختوں کے ذخیرے کا سفر
کسی آسیب کی مانند نہ تھکنے والا (۱۸)

افق سے تا افق یہ کائنات محوِ خواب تھی
نہ پوچھ دے گئے ہیں کیا مجھے وہ لمحے رات کے (۱۹)

ہر اک ذرے سے کہہ دو اکتساب روشنی کرے
افق نے آسماں پر مہر تاباں کو اچھالا ہے [۲۰]

ہمارے ہاں ضعیف الاعتقادی کی کئی صورتیں موجود ہیں۔ مظاہرِ فطرت اور قدرتی نظاروں کو بھی انسان نے اس میں شامل کر لیا ہے۔ جنگل بیابان، آسیب، جادو ٹونا اور پھر تنہائی کا عالم شاعری میں خوف اور دہشت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

جنگل، سورج، پتھر، صحرا، دھوپ، سمندر، ہوا اور چاند یہ سب وہ فطری علامتیں ہیں جو عہد حاضر کے ذہنی اور روحانی مسائل کی ترجمان ہے۔ غزل کو ماحول میں جس سچائی اور پاکیزگی کی ضرورت تھی اس کے لئے فطرت کی طرف مراجعت ناگزیر تھی۔ اس لیے پاکستانی غزل گو شعرا کے ہاں جہاں ذاتی اور انفرادی تجربات کا عکس نمایاں ہے وہیں تجربات کی صداقت اپنے ماحول، معاشرے اور فطرت سے ہم آہنگ ہو کر غزل کو منفرد نقش عطا کرتی ہے۔ ذاتی تجربوں نے جہاں تاثیر واثر کو بڑھادیا ہے وہیں ماحول کے اثرات نے اس شدت کو دوچند کر دیا ہے۔ وفور جذبات کی صورت پذیری میں حسن اور فطرت کے کردار سے غزل کی مخصوص جذباتی فضا تشکیل پاتی ہے۔

سیاسی و سماجی صورت حال مستقل بدلتی رہتی ہے۔ پاکستانی غزل کے موضوعات عالمی جنگوں، تقسیم ہند، فرقہ وارانہ فسادات ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء کی جنگیں، مارشل لاء اور دیگر المیاتی عناصر کے پیش نظر بدلتے رہے ہیں۔ اس المیاتی فضا نے مایوسی، بے یقینی، تنہائی، لاحاصلی اور عدم تحفظ کے احساسات کو طاری کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خارج سے رابطہ کمزور اور باطن سے گہرا ہو گیا۔ درون کی جستجو انکشافِ تخلیق کا مرکز بنا۔ بنیادی طور پر بے یقینی کی فضا نے فطرت اور فطری ماحول کی طرف مراجعت پر مجبور کیا۔

انسان ذات کے حصار میں گوشۂ عافیت محسوس کرنے لگا۔ شاعروں نے مظاہر فطرت کے ساتھ ناطہ جوڑا۔ وقت، کیفیت اور کشمکش نے شاعروں کے احساس کو فطرت کے ساتھ آمیز کر کے جو رنگ دیا انھوں نے اسے جوں کا توں پیش کر دیا۔ اس لیے رات، شام، سورج، چاند، بارش اور ہوا کہیں اُمید اور روشنی کی علامت ہیں اور کہیں جبر، ظلمت اور شکست وریخت کا استعارہ۔

شعرائے کرام نے اپنے ماحول میں موجود کرب، بے سمتی اور تہذیبی مسائل کو بھرپور طریقے سے محسوس کیا اوراس کے اظہار میں فطری عناصر سے مدد لی۔

مثالیں ملاحظہ کیجیے:

کیسا موسم ہے کچھ نہیں کُھلتا
بوندا باندی بھی دھوپ بھی ہے ابھی [۲۱]

نجانے کب سے یہی گرمیوں کا موسم ہے
کڑکتی دھوپ، دہکتی زمیں، ہوا ساکن [۲۲]

غزل گو شعرا نے انسانی تہذیب اور کائنات کی ہر آن بدلتی ہوئی متحرک اور تغیر پذیر حقیقت کو سمجھنے کی کوشش

کی ہے۔ وہ انسانی فطرت محبت، نفرت، غم اور خوشی کے تلازمات کو سمجھ کر زندگی کے آہنگ کو دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

جدید صنعتی اور سائنسی علوم نے انسان کے دل و دماغ اور دست و بازو کو مضبوطی اور روشنی عطا کی ہے، وہ انسانی زندگی، ماحول اور فضا میں آنے والی تبدیلیوں کو محسوس کرکے ان کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ تبدیلیاں احساسات و جذبات اور عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔

خاص طور پر معاشرتی و سماجی شکست وریخت پر مبنی ماحول نفسیاتی پیچیدگیوں کا باعث بن رہا ہے اور انسانی ذات کا یہ کرب آگے بڑھ کر پورے ماحول کو لپیٹ میں لے رہا ہے۔ اس کرب کا پرتو غزل میں موجود ہے۔

بقول ڈاکٹر تنویر فاطمہ:

> ”جدید شاعری موجودہ تمدن کی پیدا کردہ بے حسی، فضائی آلودگی، خود غرضی اور احساس بے گانگی پر بے حد نالاں ہے۔“ (۲۳)

بعض شعرا نے ملکی حالات، معاشی تفاوت، حاکم و محکوم کے تعلق اور ماحول کے کرب کی کہانیاں اس انداز میں سنائی ہیں۔ چند مثالیں دیکھیے۔

موسموں کا کوئی محرم ہو تو اس سے پوچھوں
کتنے پت جھڑ ابھی باقی ہیں بہار آنے میں (۲۴)

امیرِ شہر نے کاغذ کی کشتیاں دے کر
سمندروں کے سفر پر کیا روانہ ہمیں (۲۵)

شہر لاحاصل میں ہوں اور رزق کے چکر میں ہوں
میں بھی کیڑے کی طرح ماحول کے پتھر میں ہوں (۲۶)

یہ کائنات خالق کے معجز نما حسن پاروں کا زندہ اور متحرک کارخانہ ہے۔ انفس و آفاق میں بکھرے ہوئے حسن کے ساتھ انسان کا رشتہ ہے۔ انسان فطرت کے ساتھ موانست کے رشتے میں گندھا ہوا ہے۔ پاکستانی غزل گو شعرا کے ہاں فطرت سے انسلاک کے مذکورہ بالا عمدہ نمونے اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ فطرت کے رنگوں کی عکس ریزی کرتے اور اس کی جولانیوں میں پوشیدہ صدائیں سن کر سکون حاصل کرتے ہیں۔

فرد کا غم، روحِ عصر کی تکلیف اور تڑپ، انقلاباتِ زمانہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حوادث اور تلاشِ حق کی جستجو میں مرکزی حوالہ حسنِ فطرت ہے۔ فطرت کی نزاکت و شدت اور رنگوں کے سحر نے تخلیق و تاثر سے بھرپور شاعری کو جاوداں بنا دیا ہے۔ موجودہ فضا اور ماحول میں بے اعتقادی، لایعنیت، تشکیک، عدم اعتماد اور دیگر مسائل کی پیش کش میں شعرا نے جو علامتیں استعمال کی ہیں ان کا تعلق فطری ماحول اور روزمرہ زندگی سے ہے۔ الفاظ کے انتخاب سے پڑھنے والوں کی حسیات کو متحرک کیا گیا ہے۔ نیل گوں آسمان، دھوپ کے چمکتے شیشے، پرتوِ خورشید سے دمکتے بام و در، دھرتی کا سونا، چاند کے ہالے کے ساتھ سفر کرتے ذی روح دستِ قدرت کی فراخی اور کائنات کے پھیلاؤ اور وسعت کا ثبوت ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ وزیر آغا، ڈاکٹر۔ نظم جدید کی کروٹیں۔ علی گڑھ۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۰ء۔ ص ۲۷

۲۔ سلام سندیلوی، ڈاکٹر۔ اُردو شاعری میں منظر نگاری۔ لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۸ء۔ ص ۱۶

۳۔ ہادی حسین، محمد۔ مغربی شعریات۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۵ء، طبع دوم۔ ص ۳۳۶

۴۔ احمد ندیم قاسمی۔ ندیم کی غزلیں۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔ ص ۹۳

۵۔ نیاز فتح پوری۔ من ویزداں (حصہ اوّل)۔ لکھنؤ: نگار بک ایجنسی، س۔ن۔ ص ۲۲

۶۔ نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر۔ فلسفہ حسن۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء۔ ص ۴، ۳

۷۔ قتیل شفائی۔ رنگ خوشبو روشنی (کلیات غزلیں)۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء۔ ص ۳۷۲

۸۔ پروین شاکر۔ ماہِ تمام۔ اسلام آباد: مراد پبلی کیشنز، س۔ن۔ ص ۱۹

۹۔ سلیم کوثر۔ دنیا مری آرزو سے کم ہے۔ کراچی: جہانگیر بکس، س۔ن۔ ص ۱۷۳

۱۰۔ فیض احمد فیض۔ نسخہ ہائے وفا۔ لاہور: مکتبہ کارواں، س۔ن۔ ص ۱۳۵

۱۱۔ صوفی غلام مصطفی تبسم۔ کلیات صوفی تبسّم۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۲۰۲

۱۲۔ ظفر اقبال۔ اب تک (جلد اوّل)۔ لاہور: ملٹی میڈیا افیرز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۷۳

۱۳۔ ادا جعفری۔ موسم موسم۔ کراچی: اکادمی بازیافت، ۲۰۰۲ء۔ ص ۱۳۷

۱۴۔ شکیب جلالی۔ کلیات شکیب جلالی۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۳۴

۱۵۔ ظفر اقبال۔ اب تک (جلد اوّل)۔ ص ۱۷۹

۱۶۔ ناصر کاظمی۔ برگ نے مشمولہ کلیات ناصر۔ لاہور: جہانگیر بکس، س ن۔ ص ۶۰

۱۷۔ منیر نیازی۔ جنگل میں دھنک مشمولہ کلیات منیر۔ لاہور: خزینۂ علم و ادب، ۲۰۰۲ء۔ ص ۹۴

۱۸۔ شہزاد احمد۔ دیوار پر دستک۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء۔ ص ۵۴۷

۱۹۔ فراق گورکھپوری۔ کلیات فراق گورکھپوری (مرتب) عباس تابش۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص ۱۱۵

۲۰۔ ظہیر کاشمیری۔ کلیات ظہیر (عشق و انقلاب)۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء، ص ۴۵۶

۲۱۔ احمد فراز۔ شہر سخن آراستہ ہے۔ اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۱۱۴۱

۲۲۔ ظفر اقبال۔ اب تک (جلد اوّل)۔ ص ۷۵

۲۳۔ تنویر فاطمہ۔ ڈاکٹر۔ اردو شاعری میں انسان دوستی۔ دہلی: مطبع بھارت آفسٹ، س ن۔ ص ۲۶۳

۲۴۔ احمد مشتاق۔ کلیات احمد مشتاق۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء۔ ص ۱۵۴

۲۵۔ محسن احسان۔ ناتمام۔ لاہور: نقوش پریس، ۱۹۸۱ء۔ ص ۸۴

۲۶۔ افتخار بخاری۔ زمین پر ایک دن۔ لاہور: دستاویز، ۲۰۱۷ء۔ ص ۸۹